بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

افسوس ہے دفتر برہان دہلی سے بعد مکانی کے باوجود ادارت کی ذمہ داری اپنے سر لے رکھنے کی پاداش کبھی کبھی اس شکل میں بھگتنی پڑتی ہے کہ میرے علم و اطلاع کے بغیر کوئی ایک ایسا مقالہ شائع ہوجاتا ہے جو کسی اور کے لئے ہو یا نہ ہو خود میرے لئے بڑی تکلیف اور اذیت کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ گذشتہ اشاعت بابت ماہ اگست میں جو ایک مضمون "قرآن کا منہاج فکر و نظر" شائع ہوا ہے وہ ایسا ہی ہے اور اس کے وجوہ بھی ہیں۔

(۱) مقالہ نگار نے شروع کے دو تین صفحات میں اپنے ممدوح کی شان میں جو قصیدہ خوانی کی ہے برہان کے صفحات اس طرح کی مداحی سے قطعاً نا آشنا ہیں اور یہ چیز اس کے سنجیدہ علمی مذاق کے لئے ناقابلِ برداشت ہے۔

(۲) مقالہ نگار گفتگو کرنا چاہتے ہیں علمی موضوعات پر لیکن اندازِ نگارش ہے بالکل خطیبانہ اور یہ انگریزی کی مثل "گول سوراخ میں چوکور میخ" کا مصداق ہے اور اس لئے برہان کے ذوق اور مزاج کے خلاف ہے۔

(۳) "متشابہات" سے ہمارے نزدیک یہ مراد لینا تو صحیح ہے کہ یہ قرآن مجید کی وہ آیات ہیں جن میں بعض حقائق تشبیہہ، استعارہ یا تمثیل کے پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں۔ ان "متشابہات" میں وہ آیات بھی داخل ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کے صفات یا بعض خاص اعمال بیان کئے گئے ہیں مثلاً "الرحمٰن علی العرش استوی" یا "یَدُ اللہِ فَوقَ اَیدِیھِم" وغیرہ وغیرہ اور ان کے علاوہ جنت اور دوزخ کی تفصیلات جن آیات میں بیان کی گئی ہیں وہ بھی متشابہات

میں شامل ہیں، یعنی جنت کی راحتیں اور آسائشیں اور جہنم کا عذاب اور تکالیف یہ سب حق ضرور ہیں لیکن ان کی حقیقت کیا ہے؟ وہی جو الفاظ سے سمجھ میں آتی ہے؟ یا ان کی اصل حقیقت صرف اللہ کو معلوم ہے اور آیات میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ محض استعارہ و تمثیل ہے کیونکہ "لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ" کے مطابق انسانی ذہن ان کی اصل حقیقت و ماہیت کا ادراک و شعور کر ہی نہیں سکتا لیکن مقالہ نگار نے اس سلسلہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ سخت مغالطہ انگیز ہے۔ ان کی تحریر (ص ۳۹) سے یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ جنت اور دوزخ کا وجود کہیں الگ اور مستقل نہیں ہے، بلکہ یہیں اس دنیا میں راحت و اذیت کی شکل میں یہ دونوں موجود ہیں۔ اگر مقالہ نگار یا ان کے ممدوح کا سچ مچ یہی عقیدہ ہے تو انھیں معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ سرتاسر گمراہی اور زیغ مبین ہے اور قرآن کی نصوص صریحہ کے بالکل خلاف ہے۔ اس سلسلہ میں چند آیات کے ناتمام ٹکڑوں کو نقل کرکے ان کا جو مطلب لکھا گیا ہے اس کے متعلق سردست یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہی وہ تفسیر بالرائے ہے جس کے متعلق حدیث میں سخت وعید آئی ہے۔

(۴) یہ سب کچھ تو خیر تھا ہی۔ مقالہ نگار نے سب سے زیادہ غضب یہ کیا ہے کہ آج کل کے چلے ہوئے "نعرۂ وحدت ادیان" کی تائید میں انھوں نے اسلام اور غیر اسلام دونوں کو ایک صف میں لا بٹھایا ہے اور اس سلسلہ میں قرآن کی مشہور آیت اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصَارٰى الآیۃ (البقرہ ۶۲) نقل کرکے (ص ۴۵) اس کا وہی مطلب بیان کیا ہے جو اس نظریہ کے حامل حضرات عام طور پر بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ مطلب اس آیت کے سیاق و سباق اور پورے قرآن کی تعلیمات و تصریحات اور اس کی اسپرٹ کے قطعاً خلاف ہے۔ موصوف نے اپنے اس موقف کی تائید میں امام غزالی کا ایک جملہ بھی نقل کیا ہے، لیکن ہمیں سخت افسوس ہے کہ مقالہ نگار نے امام غزالی کا یہ رسالہ التفرقۃ بین الاسلام والزندقہ پڑھا ہی نہیں ہے اور اگر پڑھا ہے تو انھوں نے علمی خیانت کے جرم کا ارتکاب کیا ہے کیونکہ امام غزالی نے اپنا یہ خیال ان لوگوں کے متعلق ظاہر کیا ہے جو دور

دراز کے پہاڑی علاقوں میں رہتے ہیں اور ان کو دعوتِ محمدیؐ نہیں پہنچی اور وہ اسلام سے پہلے کے اپنے کسی دین پر قائم ہیں (پوری بحث کے لئے دیکھئے رسالہ مذکور ص ۱۸ و ۱۹)

ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا۔

غرض کہ یہ پورا مقام اسی نوع کے غلط اور گمراہ کن بیانات سے پُر ہے اور ہمیں اس کے برہان میں شائع ہو جانے کا سخت افسوس اور قلق ہے۔

اس موقع پر یہ نکتہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگرچہ "وحدتِ ادیان" کا لفظ حضرت شاہ ولی اللہ نے بھی حجۃ اللہ البالغہ میں استعمال کیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ قرآن میں جہاں کہیں "دین" کا لفظ آیا ہے وہ مفرد اور واحد ہی آیا ہے جمع کے ساتھ یعنی ادیان کہیں نہیں آیا۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن صرف ایک دین کا قائل ہے جو حضرت آدمؑ سے لے کر بعثتِ محمدیؐ تک جاری و ساری ہے اور جو ارتقا کے مختلف مراحل و منازل سے گذرنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مکمل ہو گیا اور اب اس میں مزید ترقی اور اضافہ کی نہ گنجائش ہے اور نہ ضرورت۔ اسلام بے شبہ دنیا کے سب لوگوں اور مذہبوں کے ساتھ امن و امان سے رہنا چاہتا ہے اور اسی لئے اس کے ہاں جگہ جگہ رواداری اور دوسرے مذاہب کے لوگوں کے ساتھ نرمی، ملاطفت اور مدارات کا حکم ہے لیکن جہاں تک دین کا تعلق ہے اس کی دعوت صاف لفظوں میں یہی ہے کہ پیغامِ محمدیؐ دین کی آخری ارتقائی اور مکمل شکل ہے اور اب اس بنا پر نوعِ انسان کی دینی اور دنیوی فلاح و نجاح اس کے اتباع میں ہی مضمر ہے۔